علاج میں خطاء کے شرعی احکام

Medical Errors in the Islamic Jurisdiction

* ڈاکٹر حافظ محمد یونس میو

Abstract

This paper aims at explaining the meaning of medical errors, highlighting their types, methods for prevention, when does the doctor take the responsibility for his error and what are the standards and principles which Foqaha' (Legists) used in order to determine a doctor's responsibility for any harm that a patient experiences when he/she is exposed to medical treatment. This meant that the doctor is not alone in this field but there is a team of experts in different fields such as laboratory analyses, x-ray, nursing and others. The research has discussed the principles upon which medical error is based and what are the basics with which this error is measured. Also what is the criterion that the Foqaha' have set to free the doctor from any accountability whenever he commits an error. Among those issues that the research has talked about are the impacts of the medical error that our Foqaha' have explained. The concluding part includes the final decisions of different Islamic Fiqh academies on this matter

Keywords:: *Medical errors, principles, Legists, doctor's, Fiqh academies.*

الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں ڈاکٹر کی غفلت اور لاپرواھی کے آئے روز واقعات رونما ہوتے ہیں جن میں مریض کا کوئی اہم عضو ضائع ہو جاتا ہے یا مریض جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جس کے نتیجے میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جاتی ہے ایک طرف ورثاء سڑکیں بلاک کر کے احتجاج کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف ڈاکٹر ہسپتالوں کا بائیکاٹ کر جاتے ہیں جس سے مریض اور انتظامیہ کے لیے مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ اس آرٹیکل میں ڈاکٹر کے ضمان اور عدم ضمان علاج کی مختلف صورتوں کا شرعی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

خطاء کا معنی و مفہوم:

خطاء کا لفظ معنوی طور پر لفظ درستگی کی ضد ہے جیسے عربی زبان میں کہا جاتا ہے "اخطاء الطریق" راستے سے بھٹک گیا، "واخطاء الرامی" اور تیر انداز نے نشانے میں غلطی کی۔[1]

علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ نے کے نزدیک خطاء کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ خطاء غیر قصدی اور غیر ارادی فعل کا نام ہے، جیسے کسی کا ارادہ ہو شکار کرنے کا اور اس کا نشانہ کوئی انسان بن جائے۔[2] امام ابو زھرہؒ فرماتے ہیں کہ خطاء قول و فعل کا فاعل کے ارادے کے خلاف واقع ہونے کو کہا جاتا ہے، جیسے کلی کا ارادہ ہو اور پانی حلق میں چلا جائے۔[3]

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خطاء کا اعتبار:

خطاء شرعی اعذار میں سے ایک عذر ہے۔ قرآن کریم میں یہی دعا سکھلائی گئی ہے:

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ شاہ حسین ڈگری کالج، لاہور۔

''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخطاءنَا''[4]

'' اے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرما۔''

آپ کا فرمان ہے:

''رفع عن أمتي الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه''۔[5]

میری امت سے خطاء، بھول اور جبر کو اٹھالیا گیا ہے۔

یہ خطاء اہلیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ خطاء کے باوجود بھی فعل قائم رہتا ہے۔ جیسے مجتہد کے اجتہاد کے بارے میں بھی شریعت نے اس کی غلطی کا اعتبار کرتے ہوئے اسے عذر تسلیم کیا ہے۔ ایسے ہی نمازی کا قبلہ کے تعین میں غلطی کرنا عذر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء نے حقوق اللہ کے اندر بعض معاملات میں خطاء کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں معافی کا اعتبار کیا ہے۔[6] جبکہ حقوق العباد میں جیسے کہ قتل خطاء، اس میں اس کو عذر تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ اس فعل کے بدلے اس پر ضمان لازم کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

کہ ''اتلاف'' سے واجب ہونے والے ضمان میں خطاء اور عمد کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ آئمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔[7]

حقوق العباد میں غلطی کرنے سے ضمان لازم ہوتا ہے۔ جیسے کسی کی بکری کو شکار تصور کرتے ہوئے نشانہ بنایا، ایسے ہی کسی کا مال غلطی سے اپنا تصور کرتے ہوئے کھا لیا۔[8] جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ لوگوں کے مال کے معاملے میں خطاء اور عمد کا ایک ہی حکم ہے حتیٰ کہ پاگل اور غافل پر بھی ضمان واجب ہوگا۔ اگرچہ اس کی ادائیگی عاقلہ پر ہوگی۔[9]

فقہ اسلامی میں غلطی کی صورت میں اخروی جزا اس سے ختم کی گئی ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہے لیکن دنیاوی جزا کے اعتبار سے کوئی رعایت نہیں دی گئی۔[10] جہاں تک دنیاوی دستور کی بات ہے تو اصول ہے کہ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ اگر دوران علاج ڈاکٹر سے کوئی نقصان ہو جائے جو کسی عضو کے تلف ہونے یا ہلاک ہونے کا سبب بن جائے تو ڈاکٹر کی طرف غلطی کی نسبت اس وقت تک نہ کی جائے گی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ یہ واقعی اس کا سبب بنا ہے۔ مثلاً یہ کہ ڈاکٹر جاہل ہو یا اس نے بغیر اجازت کے علاج کیا ہو۔[11]

علاج میں مباشر اور متسبب کا حکم

بعض دفعہ ڈاکٹر صرف میڈیسن لکھ دیتے ہیں اور علاج نہیں کرتے اور کبھی ڈاکٹر میڈیسن لکھنے کے ساتھ مکمل چیک اپ بھی کرتے ہیں، کبھی مریض کی حالت کے پیش نظر اس کو علاج کے لیے داخل بھی کر لیا جاتا ہے جہاں اس ڈاکٹر کے حکم کے مطابق نرسیں اور کمپاؤڈر وغیرہ اس کا علاج کرتے ہیں، کبھی مریض خود ہی میڈیکل سٹور سے دوا خرید کر استعمال کر لیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر آپریشن کرنے، دوا لکھ کر دینے اور زبانی بتلانے میں سے کس صورت میں ضامن ہوگا۔

جمہور علماء کا مؤقف:

مباشر اور متسبب کے متعلق جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے اگر ڈاکٹر کی طرف سے تعدی کا پہلو ہو یا متسبب کی طرف سے تو ایسی صورت میں دونو پر ضمان لازم آئے گا۔[12] اگر مسبب کی طرف سے زیادتی نہ پائی جائے تو ضامن نہ ہوگا اور مباشر ہر صورت میں ضامن ہوگا۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:'

''ان الاصل ان المتسبب ضامن اذا كان متعديا والا فلا يضمن والمباشر يضمن مطلقاً''۔[13]

علامہ ابن قیمؒ کی رائے میں حدیث میں جو لفظ "تطبب" آیا ہے۔ وہ میڈیکل کے مختلف اقسام جیسے کحال، جراح، خاتن، فاصد، حجام اور اسی طرح نسخہ تجویز کرنے والے کو بھی شامل ہے چاہے وہ لکھ کر دے یا زبانی بتا دے۔[14] پس "تطبب" کی وضاحت کی بنا پر یہاں فقہی اصول کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ فقہانے حالات اور زمانے کی رعایت کرتے ہوئے مباشر کے علاوہ متسبب کو بھی ضامن قرار دیا ہے[15] اور یہ صورت بھی اسی ضمن میں آئے گی۔[16]

بعض علماء کا موقف:

دوسرا موقف یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر علاج میں صرف سبب بن رہا ہے تو وہ ضامن نہ ہو گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے صاحبزادے عبد العزیزؒ فرماتے ہیں:

"ضمان کا حکم صرف بیان کرنے سے نہیں بلکہ رگوں کو کاٹنے، چیرنے اور داغنے سے ہے"۔[17]

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں:

''اذا وصف له الدواء وبينه للمريض فا كل المريض بيده، فلا ضمان عليه''۔[18]

جب معالج نے مریض کے لیے نسخہ تجویز کیا اور مریض کو بتلایا (ہدایات بھی بتائیں) اور مریض نے اسے اپنے ہاتھ سے کھالیا تو ہلاک ہونے کی صورت میں ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حدیث پاک میں ڈاکٹر پر جو ضمان کا ذکر آیا ہے اس سے مراد وہ ڈاکٹر ہے جو اپنے ہاتھ سے علاج کرے مثلاً آپریشن کرنا، پچھنا لگانا، نشتر لگانا وغیرہ۔ اور وہ ڈاکٹر جو صرف دوا لکھ کر دیتا ہو اور مریض اس دوا کو کھا کر ہلاک ہو جائے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔ کیونکہ ہلاکت مریض کے اپنے فعل سے ہوئی ہے، ڈاکٹر کا نسخہ لکھنا سبب بن گیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو دھوکے میں ڈال کر یہ کہے کہ یہ راستہ بڑا پرُامن ہے۔ اس سے چلے جاؤ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اس راستے میں حملہ کرنے والے شیر یا ڈاکوؤں کی جماعت ہے۔ جو کہ اسے قتل کر دے گی۔ پھر اگر وہ قتل کر دیا گیا تو ایسی صورت میں اس غلط راستہ بتلانے والے پر قصاص وضمان نہیں ہو گا۔ لیکن گناہگار ہو گا۔ ضمان نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مباشر نہیں بلکہ متسبب ہے۔[19]

اصولی طور پر میڈیسن بنانے والے پر ضمان نہیں ہو گا بلکہ کھانے والے پر ضمان ہو گا کیونکہ قانون یہ ہے کہ مباشر اور متسبب اگر جمع ہو جائیں تو حکم آخری فعل (مباشر) کی طرف منسوب ہو گا[20] اور یہاں وصف آخر دوا کھانا ہے نہ کہ لکھ کر دینا۔ اس لیے ڈاکٹر ضامن نہیں۔[21] زیادہ راجح یہی کہ اگر ڈاکٹر کی طرف سے علاج میں تعدی نہیں پائی گئی تو وہ ضامن نہ ہو گا۔

علاج کیلئے تعلیم و تجربہ اور محکمہ صحت کی اجازت کا حکم:

موجودہ دور میں علاج کرنے کی اجازت کس ڈاکٹر کو حاصل ہو گی؟ صرف اس کو جس نے باقاعدہ کسی ادارے سے اس فن کو پڑھ کر مہارت حاصل کی ہو یا اس کو بھی جس نے اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ سے اس فن میں مہارت حاصل کی ہو۔ اس صورت میں معاصر علماء کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے:

اکثریتی علماء کی رائے یہ ہے کہ اس شخص کو ڈاکٹر مانا جائے گا جس نے باقاعدہ کسی میڈیکل ادارے سے تعلیم حاصل کی ہو اور پریکٹس کے لیے اسے محکمہ صحت کی طرف سے اجازت بھی حاصل ہو۔ اگر یہ شرائط نہیں پائی گئی تو ایسے ڈاکٹر کو علاج کی اجازت نہیں ہے۔

دلائل:

آپ کا فرمان ہے:

''من تطبب ولم يعلم منه قبل ذالک الطب فهوضامن''۔[22]

''جس نے علاج کیا جبکہ اس میں علاج کرنے کی اہلیت نہیں تھی تو وہ (نقصان کی صورت میں) ضامن ہو گا۔

علامہ مناویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''ولفظ التفعل يدل على تكلف الشيء والدخول فيه بكلفة ككونه ليس من أهله فهو ضامن''۔[23]

'' تفعل کا باب کسی بات میں تکلف اور بتکلف ہونے کو بیان کرتا ہے جیسے کہ وہ علاج کرنے کا اہل نہ ہو پھر بھی علاج کرے۔ اگر اس کے علاج سے مریض فوت ہو جائے تو وہ دیت کا ضامن ہو گا''۔

امام مالکؒ کے نزدیک بھی ایسے شخص کو علاج کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ علاج کے لیے حاکم وقت سے باقاعدہ اجازت لینا ضروری ہے۔ اس کے بغیر عملی پریکٹس درست نہیں۔[24]

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں بھی تین قسم کے افراد پر حاکم وقت پابندی لگا سکتا ہے۔ جن میں آوارہ فکر مفتی، طبیب جاہل اور مفلس شامل ہیں۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ یہ تینوں شخص دین، بدن اور مال کو خراب کرنے کا سبب ہیں اس لیے ان پر پابندی لگائی گئی ہے۔ کیونکہ مجموعی نقصان کے مقابلے میں انفرادی نقصان کو برداشت کرنے میں آسانی ہے اور یہ پابندی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔[25]

معاصر علماء کے نزدیک قانونی اجازت موجودہ زمانے کا عرف ہے۔ جس کے خلاف کوئی بھی شکل اختیار کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔[26] عبد الرحمٰن الجزریؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر کے اندر پوری مہارت نہ ہو محض دولت کی خاطر علاج کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر مریض کے نقصان کی صورت میں تاوان آئے گا۔ چونکہ اس میں دوسروں کا نقصان ہے اس لیے اس کو اس کام سے روکا جائے گا۔[27]

مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں:

''شرعی طور پر اگرچہ اجازت لازمی نہیں ہے مگر موجودہ زمانے میں قانونی اجازت ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سے نیم حکیم بھی ڈاکٹروں کی صف میں گھس آئے ہیں۔ تجربہ اور لیاقت و مہارت کے بارے میں اشتہاری بیانات اور شہادتوں پر اعتماد کرنا مشکل ہو گیا ہے اس لیے قانونی اجازت کی شرط لگانا ضروری ہے۔ تاکہ خطرے کے وقت حکومت کی قانونی گرفت سے وہ ڈاکٹر محفوظ رہ سکے اور مریض کو بھی ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہونے میں سہولت ہو''۔[28]

دوسری رائے:

بعض معاصرین کے ہاں ڈاکٹر کے لیے مہارت اور تجربہ کا ہونا ضروری ہے قانونی اجازت لازمی نہیں۔ اگر کسی ڈاکٹر میں یہ صلاحیت ہو تو وہ علاج کر سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس قانونی اجازت نہ بھی ہو۔ کیونکہ علاج کا بنیادی مقصد تکلیف کو دور کرنا ہے اور قانون یہ ہے: "الضرر یزال" تکلیف کو دور کیا جائے۔ اگر مریض کی طرف سے علاج کی اجازت ہو تو علاج کرنا درست ہو گا۔ شریعت میں قانونی اجازت کی ایسی کوئی قید نہیں ہے۔[29]

علامہ ابن الحاجؒ فرماتے ہیں:

> "بے شک طب کی اصل تو تجربہ ہے۔ اور تجربہ سے ہی اس کو حاصل کیا گیا ہے۔ اور بکثرت مسلمان اس سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور اس کی اہلیت تجربہ کی مرہون منت ہے۔ جس کا جتنا زیادہ تجربہ ہو گا اس کی واقفیت اور معلومات بھی اتنی زیادہ ہوں گی۔ تم بکثرت بوڑھی دایہ (Gynecologist) کو دیکھو گے کہ وہ اس نوع کی اچھی واقفیت رکھتی ہیں"۔[30]

امام مالکؒ نے معالج کے لیے حاکم وقت کی اجازت بعض حالات میں شرط قرار دی ہے۔ جب کسی معالج سے نقصان ہو تو ضمان سے برأت اس ڈاکٹر کی ہو گی جس کو حاکم نے علاج کی اجازت دی ہو ورنہ وہ ضامن ہو گا۔ شریعت میں علاج کے لیے مخصوص قسم کی ڈگری (میڈیکل ڈگری) کی کوئی شرط نہیں۔[31] احناف کے ہاں بھی حاکم وقت کی اجازت ضروری نہیں بلکہ ڈاکٹر کے اندر اہلیت اور صلاحیت کا ہونا ضروری ہے[32]

جہاں تک قانونی اجازت کی بات ہے تو دیکھا جائے گا کہ حاکمِ وقت کی مقرر کردہ اس قانونی پابندی کا مقصد کیا ہے اور اس کی اطاعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

> "اگر وہ قانون ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہو۔ اس میں تو حاکم کی اطاعت قانون کی پابندی ظاہراً اور باطناً واجب ہے حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی قانون کی مخالفت جائز نہیں اور اگر ضرر نہ ہو تو ظاہراً حاکم کی اطاعت واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو اور باطناً واجب نہیں۔ یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو باطناً اس کے حکم کے خلاف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔[33]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

علاج کرنے کا حق صرف اس شخص کو حاصل ہے جو فن کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار بھی ہو۔ اور اس کے علم اور تجربہ کی کسی مستند و معتبر ذریعہ (ادارہ) نے تصدیق کی ہو۔ صحیح علم اور تجربہ کے بغیر علاج کرنا جائز نہیں ہے۔[34]

اطباء کی اقسام واحکام:

اطباء کی دو اقسام ہیں: 1۔ طبیب حاذق (ماہر) 2۔ طبیب جاہل

طبیب حاذق کی تعریف:

اس سے مراد وہ ڈاکٹر ہے جس کو اس بات کا اہل مانا جائے کہ وہ انسانی اجسام کے متعلق مکمل مہارت رکھتا ہے اور اس میں علاج کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔[35]

طبیب حاذق کا حکم:

ماہر ڈاکٹر سے دوران علاج اگر نقصان ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہو گا اس لیے کہ علاج میں ایسے عوامل کار فرما ہوتے ہیں جن کی وجہ سے طبیب پر ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی- کیونکہ سرجیکل اور میڈیکل کے مسائل سے متعلق قبل از وقت فیصلہ کرنا یا نقصان سے بچانا ناممکن ہوتا ہے تو ضمان کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے ائمہ کے ہاں اگر ڈاکٹر اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو تو اس پر ضمان نہیں ہو گا۔[36]

ضمان اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک تعدی کا پہلو نہ پایا جائے اور جس ڈاکٹر کو اپنی فیلڈ میں پوری مہارت حاصل ہے اس کی طرف سے کوئی زیادتی نہیں پائی گئی تو ضمان نہیں۔ کیونکہ قرآن میں ظالم ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ "[37]

" پھر اگر وہ باز آجائیں تو (سمجھ لو کہ) تشدد سوائے ظالموں کے کسی پر نہیں ہونا چاہئے۔ "

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"او من تطبب على احدٍ من المسلمين ولم يكن بالطب معروف فاصاب نفسا فما دونها فعليه دية"[38]

اور فقہی قاعدہ ہے:

"الجواز الشرعی ینا فی الضمان"[39]

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر تعلیم یافتہ ڈاکٹر سے علاج کے دوران آنکھ کی روشنی ختم ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں آئے گا۔[40]

طبیب جاہل کی تعریف:

علامہ شامیؒ طبیب جاہل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بان يستقيهم دواءً مهلكاً واذا قوى عليهم لا يقدر على ازالة ضرره "-[41]

یعنی وہ مریضوں کو مہلک دوا پلائے اور اس کا ضرر دور کرنے پر قادر نہ ہو۔

علماء نے طبیب جاہل کی جو مختلف تعریفات کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ طبیب جو حاذق کے تمام صفات یا کسی بھی ایک صفت سے عاری ہو تو اسے جاہل طبیب کہا جائے گا۔[42]

طبیب جاہل کا حکم:

مریض کو ڈاکٹر کی جہالت کا علم نہ ہو بلکہ اس کا گمان ہو کہ یہ تعلیم یافتہ ڈاکٹر ہے۔ ایسی صورت میں اگر مریض کو ڈاکٹر کے علاج سے کوئی نقصان ہوا تو تمام آئمہ اور فقہائے کرام کے ہاں اس پر ضمان لازم ہو گا۔[43]

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"جو طب کی تعلیم دینے لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے حالانکہ اس نے پہلے خود اس فن کو حاصل نہیں کیا۔ چنانچہ اپنی ناواقفیت کی وجہ سے وہ لوگوں کی جانیں ضائع کر رہا ہے اور غیر ذمہ داری کے باعث ایسا کام کر رہا ہے جس سے وہ خود بھی واقف نہیں ہے تو وہ مریضوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ لہٰذا اس پر تاوان واجب ہو گا اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔"[44]

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں

:"فلا اعلم خلافاً فی المعالج اذا تعدی فتلف المریض کان ضامناً"۔[45]

"میری معلوم کی حد تک کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر دوران علاج ڈاکٹر نے تعدی کی جس سے مریض ہلاک ہو گیا، تو ضامن ہو گا"۔

معاصر علما میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ شخص جو بغیر علم حاصل کئے علاج کرتا ہے مریض کے نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہو گا۔[46] جبکہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص پر نہ تاوان ہو گا اور نہ ہی وہ تعزیری سزا کا مستحق ہے۔ کیونکہ اس کے علاج میں تعدی نہیں پائی گئی اور ضمان تو تعدی کی صورت میں لازم ہوتا ہے۔ یا اس صورت میں جب ڈاکٹر مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر علاج کرے اور یہ دونوں چیزیں یہاں نہیں پائی گئی اس لیے ضمان لازم نہیں ہو گا۔[47]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

جس شخص کو علاج معالجہ کی شرعاً اجازت نہ ہو اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو اس پر ضمان و تاوان عائد ہو گا۔[48]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا فیصلہ:

اگر طب کے فن سے ڈاکٹر ناواقف ہو یا اس شعبہ کی باریکیوں سے ناواقف ہو، جس میں عمل طبی انجام دینے کا اس نے اقدام کیا ہے۔
اگر سرکاری طور پر اسے طب کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہ ہو تو اس پر ضمان ہو گا۔[49]

جاہل طبیب پر ضمان کی صورتیں:

طبیب جاہل کو سزا دینے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

1۔ دیت: اس میں چار آراء ہیں:

پہلی رائے کے مطابق طبیب جاہل کے مال میں دیت ہو گی۔[50]

دوسری رائے کے مطابق طبیب جاہل کے عاقلہ پر دیت ہو گی۔[51]

تیسری رائے کے مطابق ثلث مال اس کی ملکیت سے دیا جائے گا اور باقی عاقلہ پر واجب ہو گا۔[52]

چوتھی رائے یہ ہے کہ احناف کے مطابق اگر جاہل طبیب کے علاج سے کوئی عضو بالکل ناکارہ ہو گیا لیکن مریض زندہ رہا تو اس میں اس کو اس عضو کی پوری دیت ادا کرنا ہو گی۔ اگر مریض مر گیا تو اس صورت میں اس کو نصف دیت کا تاوان دینا پڑے گا۔[53]

2۔ تعزیری سزا: علماء کے ہاں اس کو کوئی بھی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔[54]

3۔ڈاکٹر کا لائسنس منسوخ کر دیا جائے گا۔[55]

4۔ڈاکٹر کو فیس سے محروم کر دیا جائے۔[56]

علامہ ابن رشدؒ طبیب جاہل کی سزا کے متعلق لکھتے ہیں:

''و ان لم یکن من اھل المعرفة فعلیه الضرب و السجن والدیة''۔[57]

"اگر معالج فن طب سے ناواقف ہو تو سرزنش، قید کی سزا اور دیت بھی واجب ہو گی۔"

علاج کے لیے اجازت کا معنی و مفہوم:

علاج میں ایک انتہائی اہم مسئلہ اجازت کا بھی ہے۔ عربی زبان میں اسے لفظ "اذن" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے "اذن" اجازت کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "اذن له فی الشئ" "ای اباحة له اذن" اس نے اجازت طلب کی۔[58] اسی طرح اس کا اطلاق فعل کے لیے بھی مستعمل ہے۔" یعنی میں نے اسے فلاں کام کی اجازت دے دی"۔[59] اذن کے تمام معنوں میں ایک چیز مشترک ہے کہ تصرف کے لیے ہاتھ کا آزاد ہونا، قیود کا اُٹھ جانا، اوکام کرنے کی آزادی۔[60]

علاج میں اجازت سے مراد یہ ہے کہ ڈاکٹر آپریشن اور دواؤں میں جو وہ مناسب سمجھتا ہے اس کے عمل سے علاج میں موافقت کرنا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذن طبی سے مراد ڈاکٹر اور مریضوں کے درمیان متعارف اصولوں کے مطابق ایک معاہدہ ہے۔[61]

ارکان اجازت: علماء نے اجازت کے چار ارکان بیان کئے ہیں۔

1۔اذن 2۔ماذون لہ 3۔ماذون بہ 4۔آلات

اجازت کی اقسام:

اذن مقید: یہ وہ اجازت ہے کہ جس میں مریض ڈاکٹر کو خاص مرض کے علاج کی اجازت دے۔

اذن مطلق: اس سے مراد وہ اجازت ہے کہ مریض ڈاکٹر سے کہے کہ آپ جو بھی مرض پائیں علاج کر سکتے ہیں۔

زبانی اجازت: اس میں چھوٹے موٹے اور معمولی درجہ کے علاج شامل ہیں۔

تحریری اجازت: اس میں پیچیدہ سرجری، لمبے اور خطرناک قسم کے امراض کا علاج شامل ہے جیسے ایڈز اور کینسر، وغیرہ۔[62]

اجازت قبول کرنے کی شرائط:

1. اجازت صاحب حق کی جانب سے ہو اور وہ مریض یا اس کا ولی ہے۔
2. اجازت دینے والے میں اہلیت اذن متحقق ہو۔
3. اجازت دینے والا مختار ہو، اکراہاً اس سے اجازت نہ لی جائے۔
4. اس کی اجازت صرف آپریشن کے لیے ہو، اگر وہ میڈیسن سے علاج کی اجازت دے تو یہ آپریشن کے لیے کافی نہیں ہے۔
5. اجازت کے الفاظ واضح ہونے چاہیئں۔
6. جس علاج کی اجازت دی جا رہی ہے وہ شرعاً جائز ہو، حرام نہ ہو جیسے تبدیلی جنس وغیرہ۔[63]

اگر مریض کے اندر یہ شرطیں پائی جائیں تو اولیاء کی اجازت قبول نہ ہو گی۔ کیونکہ ولایت علی الغیر اس وقت معتبر ہے جبکہ وہ غیر اپنے مصالح پورے کرنے سے عاجز ہو۔ مریض پر ولایت کا اعتبار اس وقت ہو گا جب مریض میں اجازت کی اہلیت نہ ہو۔ اجازت میں اولیاء کی ترتیب وہی ہو گی جو میراث میں عصبیت کی ہوتی ہے۔ اگر ولی اقرب موجود ہو تو پھر ولی ابعد کی اجازت کا اعتبار نہیں ہو گا۔[64]

علاج میں جن کی اجازت معتبر نہیں ان میں بچہ، مجنوں، نشہ میں چور شخص اور اسی طرح مکرہ شامل ہیں۔[65]

علاج کے لیے اجازت کی شرط و حکم:

ڈاکٹر نے کسی مریض کا اس کی یا اس کے قریبی رشتہ دار کی اجازت کے بغیر آپریشن کیا جس سے مریض ہلاک ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ناکارہ ہو گیا، جبکہ ڈاکٹر مستند اور تجربہ کار بھی ہو تو کیا ایسی صورت میں ڈاکٹر پر ضمان آئے گا یا نہیں۔ اس سے متعلق علماء کی آراء درج ذیل ہیں:

پہلی رائے:

اگر ڈاکٹر نے مریض اور اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر آپریشن کیا اور اسے نقصان ہوا تو ڈاکٹر پر دیت لازم ہو گی۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''واما اذا كان بغير اذن فهوضامن سواء تجاوذ الموضوع المعتاد اولم يتجاوز''۔[66]

''اگر کسی نے مریض یا اولیاء کی اجازت کے بغیر علاج کیا تو وہ ضامن ہو گا چاہے اس جگہ سے جس کی اجازت دی گئی تھی اس نے تجاوز کیا ہو یا نہ کیا ہو''۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''ولو جاء رجل بصبي ليس بابنه وليس بولي فقال اختن هذا فتلف--- على عاقلة الطبيب والختان الدية''۔[67]

'' اگر کوئی شخص کسی ڈاکٹر کے پاس ایک بچہ لایا، وہ نہ اس کا بیٹا ہے نہ اس کا غلام اور نہ یہ اس کا ولی ہے اس نے ڈاکٹر کو کہا کہ اس کا ختنہ کرو اگر اس صورت میں نقصان ہوا تو وہ ضامن ہو گا''۔

علامہ ابن نجیمؒ نے ضمان واجب نہ ہونے کی دو وجوہات بیان کی ہیں:

1۔ مناسب حد سے تجاوز نہ کیا ہو۔ 2۔ اجازت بھی حاصل کی ہو۔، اگر ان دو وجوہ میں سے ایک وجہ یا دونوں نہ پائی گئی تو ضمان واجب ہو گا۔[68]

ڈاکٹر عبدالقادر عودہؒ لکھتے ہیں:

'' مریض کی اجازت سے طبیب کی ذمہ داری اس صورت میں ختم ہو جاتی ہے جب مریض یا اس کے ولی کی اجازت سے علاج کرے۔ اگر مریض کا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم کی اجازت ضروری ہے۔ اگر بغیر اجازت کے اس نے علاج کیا اور جس سے نقصان ہوا تو اس پر تجربات کے باجود ضمان لازم ہو گا''۔[69]

ایسے معاملات جن میں مریض کی اجازت ممکن نہ ہو ان میں اولیاء کی اجازت کو مذاہب اربعہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے[70]

معاصرین میں سے اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ اگر بغیر اجازت کے آپریشن کیا تو ضمان لازم ہو گا۔[71] اس لیے کہ یہ علاج ڈاکٹر اور مریض کے مابین ایک معاہدہ ہے جس میں ڈاکٹر کی حیثیت ایک اجیر مشترک کی ہے۔ اور عقد اجارہ کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا"[72]

" اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضا مندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر نے بغیر اجازت علاج کیا جس سے مریض ہلاک ہو گیا تو اس پر قصاص لازم آئے گا۔[73]

تیسری رائے: یہ ہے کہ کچھ بھی لازم نہ ہو گا۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس صورت میں تو مریض کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس کی طرف سے کوئی بے احتیاطی بھی نہیں پائی گئی۔ تو اس کو ضامن قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ "لانہ محسن وما علی المحسنین من سبیل۔۔۔ فلا وجہ للضمان۔۔۔"[74]

معاصر علماء میں سے بھی بعض نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے کیونکہ اصل معاملہ ضمان میں تعدی کا ہے نہ کہ اجازت اور عدم اجازت کا۔[75]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

قدرت کے باوجود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر مریض کا علاج یا آپریشن کرے اور آپریشن مہلک یا مُضر ثابت ہو تو ضمان لازم ہو گا۔[76]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا فیصلہ:

اگر مریض کامل اہلیت رکھتا ہو تو علاج کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے۔ اگر مریض اجازت کی اہلیت نہیں رکھتا یا ناقص اہلیت والا ہے تو اس کے ولی کی اجازت معتبر ہو گی۔ ولی میں شرعی ولایت کی ترتیب کی رعایت رکھی جائے گی اور شرعی احکام کے لحاظ سے ولی کو صرف ایسے تصرفات کی اجازت ہو گی جس سے زیرِ ولایت شخص کے مفاد اور مصلحت کی تکمیل اور نقصان کا ازالہ ہوتا ہو۔ اگر بغیر اجازت کے آپریشن کیا تو ڈاکٹر پر ضمان آئے گا۔[77]

علاج میں طبی اصولوں کی رعایت نہ رکھنے کا حکم:

اس کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر اپنے فن میں مکمل مہارت رکھتا ہو اور قانونی طور پر اس کو علاج کرنے کی جازت بھی حاصل ہو۔ لیکن ڈاکٹر نے دروان علاج میڈیکل کے اصولوں کو مد نظر نہیں رکھا۔ جیسے ضروری ٹیسٹ نہیں کروائے، آپریشن مؤخر کیا، ناقص آلات استعمال کئے اور بے ہوش کرنے کے لیے زیادہ مقدار میں انستھیزیا دے دیا تو ایسی صورت میں اگر مریض ہلاک ہوا یا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو یہ ڈاکٹر تمام متقدمین اور معاصر علماء کے نزدیک مجرم ہو گا اور اس پر ضمان لازم آئے گا۔ فتاویٰ بزازیہ میں یہ عبارت مذکور ہے:

"حجم او ختن او بزغ وتلف لم یضمن الا اذا تجاوز المعتاد---"[78]

کسی نے پچھنا لگایا یا ختنہ کیا یا جانور کی نعلبندی کی اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں ضامن نہ ہو گا۔ ہاں اگر معتاد جگہ سے تجاوز اور تعدی کی تو اس صورت میں ضامن ہو گا"۔

علاج میں ضامن نہ ہونے کی شرائط:

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ اگر ڈاکٹر نے علاج میں دو شرطوں کا خیال رکھا تو وہ ضامن نہ ہو گا۔

1. اس نے آپریشن مریض کی اجازت یا اس کے اولیاء کی اجازت سے کیا ہو۔
2. آپریشن میں جتنی ضرورت تھی اس سے زیادہ چیر پھاڑ نہیں کی۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو ڈاکٹر پر ضمان ہو گا۔[79]

اسی طرح علامہ ابن قدامہؒ کے نزدیک بھی علاج میں اگر دو شرطوں کا خیال رکھا گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔

"ولا ضمان علی حجام ولا ختان ولاطبیب بشرطین "-[80]

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہو۔

دوسری یہ کہ اس نے علاج میں کسی بھی قسم کی کوتاہی کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو ضامن ہو گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"اذا ختن فی شدة الحراولبرد فتلف وجب علی عاقلة الدیة "- [81]

اگر مناسب وقت پر آپریشن نہ کیا تو نقصان کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہو گی۔

ڈاکٹر عبد القادر عودہؒ لکھتے ہیں:

"اگر ڈاکٹر اپنے کام میں غلطی کرے تو جواب دہ نہیں ہو گا۔ لیکن جب وہ بڑی غلطی کرے جسے میڈیکل کے اصول تسلیم نہیں کرتے اور نہ ماہرین فن اس غلطی کو مانتے ہیں تو اس صورت میں ضامن ہو گا"۔[82]

معاصر علماء کے ہاں بھی اس صورت میں اس پر ضمان لازم ہو گا اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔[83]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

اگر کسی مستند معالج نے علاج میں کوتاہی کی اور مریض کو نقصان ہوا تو معالج ضامن ہو گا۔[84]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا فیصلہ:

اگر ڈاکٹر سے ایسی غلطی سرزد ہو جائے جو ڈاکٹر سے عموماً نہیں ہوتی اور اس پیشے کے اصول بھی تسلیم نہ کرتے ہوں یا اس سے کسی اصول کا چھوڑنا یا کوتاہی ہو تو اس صورت میں ضامن ہو گا۔[85]

طبیب حاذق کی خطاء کی صورت میں ضمان:

طبیب حاذق سے غلطی کی صورت میں علماء کے نزدیک اس پر دو قسم کے ضمان عائد ہو سکتے ہیں۔

1۔ عاقلہ پر دیت واجب ہو گی۔ 2۔ علاج کے اخراجات ڈاکٹر کے ذمہ ہوں گے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ دیت صرف اس ڈاکٹر پر واجب ہو گی۔[86]

دوسرا مؤقف یہ ہے کہ دیت عاقلہ پر ہو گی۔[87]

علاج کے اخراجات:

اس کے بارے میں فقہا کی رائے یہ ہے کہ اس میں مریض کا قول، قول فیصل شمار کیا جائے گا۔[88]

علاج میں نسیان کا حکم:

اگر ڈاکٹر سے دوران علاج کوئی بھول ہو جائے تو اس صورت میں ضمان کے واقع ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ ضمان واجب ہو گا۔ "اجمعوا ان الطبیب اذا خطاء لزمہ الدیۃ"۔[89] امام مالکؒ کا مؤقف یہ ہے کہ ماہر طبیب پر خطاء کی صورت میں ضمان لازم نہیں ہو گا۔[90]

ایمرجنسی کی صورت میں علاج کا حکم:

پہلی رائے:

بسا اوقات مریض ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ اگر ڈاکٹر مریض یا اس اولیاء کی اجازت کا انتظار کرے تو یہ انتظار مریض کے لیے موت کا سبب بن سکتا ہے۔ اس صورت میں معالج کو بغیر اجازت کے علاج کا حق حاصل ہے۔[91] اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کی زندگی ان تمام قسم کی فارمیلٹی سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مریض کی موت واقع ہو گئی تو ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔

قائلین کے دلائل:

1. ایسی صورت میں مریض کی حالت کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ کیونکہ کسی بھی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

   "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا"[92]

   "اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا"۔
2. ڈاکٹر نے یہ کام نفس انسانی کو بچانے کے لیے کیا ہے جو کہ حکم شرعی ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں ڈاکٹر کو شارع کی طرف سے اجازت یافتہ تصور کیا جائے گا۔
3. اجازت دلالۃ ثابت ہے۔ اس لیے کہ عاقل تصرف نافع کی اجازت دیتا ہے۔ سمجھا جائے گا کہ ڈاکٹر کو سرپرست کی طرف سے اجازت ہے۔
4. ایسی صورت میں ڈاکٹر امین ہے اور امین پر کوئی ضمان نہیں۔
5. ڈاکٹر کی طرف سے کوئی تعدی، بدنیتی اور لاپرواہی کا پہلو سامنے نہیں آیا تو اس پر ضمان کیسے لازم ہو گا۔
6. ایمرجنسی کی صورت میں حکومت کی طرف سے قانونی علاج معالجہ کی اجازت ہوتی ہے۔ اور حدیث میں حاکم کو ولی کہا گیا: "السلطان ولی من لا ولیلہ"۔[93]

7. اجازت حاصل کرنے کا مقابلہ میں جان بچانا زیادہ اہم ہے۔ اور فقہی قاعدہ ہے کہ تکلیف کو دور کیا جائے گا۔ "الضرر یزال"۔[94]

8. جب انسانی ہمدردی کی بنا پر اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانے کے لیے نماز جیسے فریضہ کو توڑنے کی اجازت ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے آپریشن کو بھی انسانی ہمدردی کی بنا پر اجازت جائز ہو گی۔

9. اگر لقطہ کو نہ اٹھانے سے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو اٹھا لینا واجب ہے۔ اس طرح ایمرجنسی میں مریض کو ہلاکت سے بچانے کے لیے اس کا آپریشن کرنا ڈاکٹر پر واجب ہے۔[95]

دوسری رائے: ایمرجنسی کی صورت میں علاج کرنے سے ضمان لازم آئے گا۔

مانعین کے دلائل:

1. ڈاکٹر پر علاج کرنا واجب نہیں۔ کیونکہ یہ علاج اسباب مظنونہ میں سے ہے مقطوعہ میں سے نہیں۔ اس لیے علاج نہ کرنے کی صورت میں اگر مریض ہلاک ہو گیا تو معالج گناہ گار نہ ہو گا۔

2. آپریشن ایک مباح عمل ہے اور مباح کے متعلق قاعدہ ہے: المباح یتقید بسلامتہ۔[96]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

اگر مریض بے ہوش ہو اور اس کے اولیاء وہاں موجود نہ ہوں اور ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کی جان یا عضو کی حفاظت کے لیے فوری آپریشن ضروری ہے اور اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کر دیا جس سے مریض کو نقصان پہنچا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔[97]

ڈاکٹر کا علاج سے انکار کا حکم:

مریض اگر شدید تکلیف میں مبتلا ہو ایسی صورت میں ڈاکٹر اگر علاج سے انکار کر دے اور وہاں کوئی دوسرا ڈاکٹر بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر مریض مر گیا یا کوئی عضو ناکارہ ہو گیا تو اس صورت میں فقہاء کی درجہ ذیل آراء ہیں:

پہلا مؤقف: حنابلہ اور مالکیہ کی ایک رائے ہے کہ ضامن ہو گا اور دیت لازم ہو گی۔[98]

دوسرا مؤقف: امام شافعیؒ کا اور حنابلہ کی دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں اس پر ضمان نہ ہو گا۔[99]

تیسرا مؤقف: احناف کے نزدیک ڈاکٹر کو تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔

"الا ولیٰ ان بقاته بغیر سلاح لانه ارتکب معصیة فکان کا لتعزیر"۔[100]

چوتھا مؤقف: ابن حزمؒ کے نزدیک اگر ڈاکٹر علاج سے انکار کر دے تو مریض کی ہلاکت کی صورت میں قصاص ہو گا۔[101]

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ:

اگر ناگزیر حالت میں بھی فرائض کی ادائیگی کے لیے ڈاکٹر تیار نہ ہو تو ضمان لازم ہو گا۔[102]

راقم کی رائے میں شرعی طور پر علاج کرنے کی اجازت صرف اس ڈاکٹر کو ہونی چاہئے جس نے کسی رجسٹرڈ ادارے سے تعلیم و تجربہ حاصل کیا ہو اور ملکی قوانین کے تحت اس کو عامۃ الناس کے علاج کی تحریری اجازت حاصل ہو تاکہ قانونی معاملات میں اس کو فائدہ حاصل ہو جیسے تعلیم یافتہ ڈاکٹر سے دوران علاج اگر کوئی نقصان ہوا تو وہ ضامن نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اس نے کوئی ایسی غلطی کی

جسے (بلڈ پریشر، شوگر کو کنٹرول نہیں کیا یا ضروری ٹیسٹ نہیں کروائے اور آپریشن کر دیا) میڈیکل کے ماہرین تسلیم نہیں کرتے تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہو گا۔ جاہل ڈاکٹر کو ہر صورت سزا ملنی چاہئے کیونکہ سزا کے تصور سے صرف مستند ڈاکٹر ہی پریکٹس کرے گا اور عوام کو بہتر طبی سہولیات بھی مہیا ہوں گی۔ ڈاکٹر کے لیے ضروری ہے علاج سے پہلے مریض یا متعلقین سے تحریری اجازت لے، اگر بغیر اجازت آپریشن کیا تو نقصان کی صورت میں ضامن ہو گا، لیکن ایمرجنسی علاج کے لیے ڈاکٹر کا اجازت لینا لازمی نہیں کیونکہ ایسے مریضوں کے علاج میں ریاست کی طرف سے اسے اجازت حاصل ہوتی ہے۔ اگر مریض ایمرجنسی میں ہو اور ڈاکٹر اس کا علاج کرنے سے انکار کر دے جبکہ اس کے علاوہ دوسرا ڈاکٹر بھی نہ ہو تو ریاستی معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں حکومت اس کو کوئی بھی سزا دے سکتی ہے جیسا کہ مختلف صوبوں نے سزائیں بھی دی ہیں۔

خلاصہ بحث:

1. جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر کی طرف سے تعدی کا پہلو ہو یا متسبب کی طرف سے تو ایسی صورت میں دونوں پر ضمان ہو گا۔
2. علاج کے لئے تعلیم کا حصول اور محکمہ صحت کی طرف سے اجازت ضروری ہے۔
3. تمام علماء کا اتفاق ہے کہ طبیب حاذق کے علاج سے نقصان کی صورت میں ضمان لازم نہیں ہو گا۔
4. فقہی اکیڈمیز اور معاصر علماء کی اکثریتی رائے یہ ہے کہ طبیب جاہل سے نقصان کی صورت میں ضمان لازم آئے گا۔
5. عام حالات میں اگر کسی ڈاکٹر نے مریض یا اس کے ولی کی جازت کے بغیر آپریشن کیا تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہو گا۔
6. ماہر ڈاکٹر نے اگر علاج میں طبی اصولوں کو مد نظر نہ رکھا یا دوران علاج بھول ہوئی تو نقصان کی صورت میں ضمان لازم ہو گا۔
7. ایمرجنسی کی صورت میں علاج کے لئے اجازت کی شرط ضروری نہیں۔
8. اگر ڈاکٹر نے مریض کا علاج کرنے سے انکار کیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا تو ڈاکٹر ضامن ہو گا۔

حواشی و مراجع:

[1]۔ ابن منظور، لسان العرب، 1/54 دارِ صادر، بیروت، 1414ھ

[2]۔ ابن الحمام، کمال الدین، فتح القدیر، مطبع مصطفیٰ محمد، مصر، س-ن، 10/203

[3]۔ ابو زہرہ، اصول الفقہ، دار الفکر، بیروت، س-ن، ص352

[4]۔ البقرۃ، 2: 286

[5]۔ البانی، محمد ناصر الدین، الجامع الصغیر وزیادہ، المکتبۃ الاسلامی، بیروت، س-ن، 1/659، ح: 3515

[6]۔ زیدان، عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، موسسۃ الرسالۃ، طبع 1997ء، ص115

[7]۔ وہبہ زحیلی، ڈاکٹر، فقہ الاسلامی وادلہ، 6/4825؛ رد المحتار، 6/567؛ ابن قدامہ المغنی، 10/350؛ الرملی، نہایۃ المحتاج، 8/35

[8]۔ عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، مکتبہ دار المعرفہ، بیروت، 1379ھ، 13/318

[9]۔ آمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الکتاب العربی، بیروت، مطبوعہ 1406ھ، 1/117-115

[10]۔ خفیف علی، الضمان فی الفقہ الاسلامی، معہد البحوث والدراسات العربیہ، قاہرہ، س-ن، ص6

11۔ ابن ابی اصیبعہ، موافق الدین، عیون الانباء فی طبقات الاطباء، دار الحیاۃ، بیروت، طبع اول 1965ء، ص 350
12۔ سراج، محمد احمد، ضمان العدوان فی الفقہ الاسلامی، دار الثقافہ، قاہرہ، طبع اول، 1409ھ، ص 198
13۔ ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، طبع دوم 1992ء 6/ 603
14۔ ابن قیم، ابن قیم، شمس الدین ذھبی، الطب النبوی، دار الھلال، بیروت۔ 1986، س-ن، ص 105
15۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1999ء ص 136
16۔ محمد زید، مفتی، متعدی امراض اور ان کے شرعی احکام، مشمولہ طبی اخلاقیات، مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، ایفا پبلیکیشنز، انڈیا، 2010ء ص 162-164
17۔ سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابو دواؤد، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب بغیر علم فاعنت، 4/ 195 مکتبۃ العصریہ، بیروت، س-ن، ح: 4587
18۔ سہارنپوری، خلیل احمد، بذل المجهود، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س-ن، 5/ 180
19۔ عثمانی، ظفر احمد، اعلاء السنن، مکتبہ ادارۃ القرآن، کراچی، س-ن، 8/ 233
20۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص 135
21۔ محمد زید مفتی کی رائے، مشمولہ، طبی اخلاقیات، ص 162-164
22۔ قزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب من تطبب ولم یعلم من طب، 2/ 1148، دار احیاء الکتب العربی، ح: 3466
23۔ مناوی، علامہ، زین الدین، فیض القدیر، مکتبہ تجاریہ، مصر، طبع اول 1356ھ، 6/ 106
24۔ محمد بن عبد الرحمان، مواھب الجلیل، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1398ھ، 6/ 321
25۔ کاسانی، علاء الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1986ء، 7/ 169
26۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، طبی اخلاقیات، ص 40
27۔ جزیری، عبد الرحمٰن، کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعہ، دار احیاء التراث العربی، س-ن، 4/ 35
28۔ اختر امام عادل، مولانا کی رائے، مشمولہ، طبی اخلاقیات، ص 212
29۔ محمد زید، مفتی، مشمولہ، طبی اخلاقیات، ص 158
30۔ ابن الحاج، ابو عبد اللہ محمد بن محمد، المدخل، دار التراث، س-ن، 4/ 114
31۔ عودہ، عبد القادر، التشریع الجنائی الاسلامی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، س-ن، 1/ 520
32۔ ابن نجیم، بحر الرائق، دار المعرفہ، بیروت، س۔ن، 5/ 29
33۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، مطبع اشرف المطابع، انڈیا، 1332ھ 3/ 439
34۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص 17
35۔ عز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی معالج الانام، مؤسسہ الریان، بیروت، س-ن، 1/ 56
36۔ وہبہ زحیلی، ڈاکٹر، فقہ الاسلامی وادلہ، 4/ 2870؛ ردالمحتار، 9/ 94؛ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر، س-ن، 2/ 9
37۔ البقرۃ، 2: 193
38۔ ابن عبد البر، الاستذکار، دار قتیبہ، بیروت، س-ن، 25/ 54
39۔ عبد الرحمان بن صالح، القواعد والضوابط الفقہیہ، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، طبع اول، 2003ء، 1/ 418
40۔ بزاز، محمد بن محمد شہاب الدین، فتاویٰ بزازیہ، مطبع امیریہ، مصر، س-ن، 5/ 89
41۔ ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار علی الدر المختار، **6/ 147**

[42]۔ تلمسانی، ابو عبد اللہ احمد، قواعد المقری، مطبع شرکہ مکہ، س-ن، 2/600

[43]۔ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد، 2/233

[44]۔ ابن قیم، الطب النبوی، ص 103

45۔ خطابی، ابو سلیمان، معالم السنن، مطبع علمیہ، حلب، طبع اول 1932ء 4/ 39

[46]۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص 442

[47]۔ ایضا، ص 42

[48]۔ ایضاً، ص 17

[49]۔ ندوی، فہیم اختر، مترجم ،انٹرنیشنل فقہی اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ایفا پبلیکیشنز، نئی دلی، انڈیا، طبع دوم 2012ء ص 436

[50]۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، 2/313

[51]۔ رملی، شمس الدین، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، دار الفکر، طبع 1984ء 8/ 35

[52]۔ ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی، مکتبہ قاہرہ۔ س-ن 5 / 306

[53]۔ ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار ،5/16

[54]۔ ابن فرحون، برھان الدین، تبصرۃ الحکام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س-ن، ص 231

[55]۔ کاسانی، علاء الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1986ء، 7/169

[56]۔ شافعی، امام، محمد بن ادریس، الام، دار المعرفہ، بیروت، س-ن، 6/52

[57]۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، 4/18

[58]۔ ابن منظور، لسان العرب، 13/10

[59]۔ فراہیدی، خلیل احمد، کتاب العین، مکتبہ الھلال، س-ن، 8/200

[60]۔ قلعجی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء، در النفائس، بیروت، طبع اول 1996ء، ص 74

[61]۔ کنعان احمد، الموسوعۃ الطبیۃ الفقہیہ، ص 52

[62]۔ شنقیطی، مختار محمد، ڈاکٹر، احکام الجراحۃ الطبیہ وآثارہا المرتبہ علیھا، مکتبۃ الصحابہ، س-ن، ص:225-227؛ مبارک بن قیس، التداوی والمسؤلیۃ الطبیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ، مکتبہ فارابی، دمشق، طبع اول 1991ء، ص 198

[63]۔ ایضا، ص 231-232

[64]۔ ایضا،

[65]۔ مجموعہ علماء ہند، فتاویٰ ہندیہ، 5/357، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1310

[66]۔ ایضا 4/499

[67]۔ شافعی، امام، محمد بن ادریس، الام، 6/65

[68]۔ ابن نجیم، بحر الرائق، 8/29

[69]۔ عبد القادر عودہ، التشریع الجنائی، 1/523

[70]۔ ایضاً، 1/521

[71]۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص 44

[72]۔ النساء: 4: 29

[73] ۔ ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، 9/215

[74] ۔ ابن حزم، علی بن احمد، المحلیٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س-ن، 10/444

[75] ۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص44

[76] ۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص17

[77] ۔ ندوی، فہیم اختر، مترجم، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ص67، 219، 436

[78] ۔ بزاز، محمد بن محمد شہاب الدین، فتاویٰ بزازیہ، مطبع امیریہ، مصر، س-ن، 5/89

[79] ۔ عینی، محمد بن احمد، علامہ محمود، البنایۃ، مکتبہ تجاریہ، مکہ مکرمہ، 1990ء، 9/384-385

[80] ۔ ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی، مکتبہ قاہرہ۔ س-ن 6/134

[81] ۔ شیرازی، المھذب، درالفکر، بیروت، س-ن، 2/ 271

[82] ۔ عودہ، عبد القادر، التشریع الجنائی، 1/522

[83] ۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص43

[84] ۔ ایضاً، ص17

[85] ۔ ندوی، فہیم اختر، مترجم، انٹرنیشنل اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ص437

[86] ۔ شنقیطی، احکام الجراحۃ الطبیہ، ص538

[87] ۔ قیس بن مبارک، التداوی والمسئولیۃ الطبیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ، مکتبہ فارابی، دمشق، طبع اول 1991ء ص302

[88] ۔ ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، 9/98

[89] ۔ مجموعہ علماء ہند، فتاویٰ ہندیہ 6/34

[90] ۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، 2/342

[91] ۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الشؤن الاسلامیہ، کویت، طبع دوم 1404ھ، 3/ 153

[92] ۔ البقرۃ، 2: 286

[93] ۔ قرافی، شھاب الدین، الفروق، ناشر عالم الکتب، س-ن 3/171

[94] ۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص74

[95] ۔ مجاہد الاسلام قاسمی، طبی اخلاقیات، ص47

[96] ۔ ایضا، ص46-47

[97] ۔ ایضا، ص17

[98] ۔ قرافی، فروع، 9/207، المغنی، 8/340

[99] ۔ شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفہ معانی الفاظ المنہاج، دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1994ء، 2/309، المغنی، 8/338

[100] ۔ حاشیہ الطحاوی، علی الدر المختار، المطبعہ العامرہ، قاہرہ، س-ن، 4/218

[101] ۔ ابن حزم، المحلیٰ، 1/523

[102] ۔ ندوی، فہیم اختر، مترجم انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ص437